پرویز منکرِ حدیث ہے یا منکرِ قرآن

مولانا مدرار اللہ مدرار - مردان

قسط ۲

ایک تنقیدی جائزہ

ملائکہ کے وجود سے انکار

(گذشتہ سے پیوستہ) گذشتہ صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پرویز ملائکہ سے کائناتی قوتیں مراد لیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کائناتی قوتیں بے جان اور اختیار و ارادہ سے عاری ہیں جب کہ قرآن مجید نے ملائکہ کے جو صفات و احوال بیان کئے ہیں ان کی رو سے وہ ایک نوری اور ذی عقل مخلوق ہیں۔ وہ اجسامِ لطیفہ رکھتے ہیں مگر نہ جسمِ عنصری نہ حسی بلکہ ایک اور جسم جو بمنزلہ روح کے ہے جو مختلف اجسام میں متشکل ہونے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں ہم کو نظر آجاتے ہیں۔ اور لطافت کے سبب وہ طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتے ہیں اور بے پناہ قوت و قدرت رکھتے ہیں۔ قرآن سے ثابت ہے کہ قوم لوطؑ کی بستیوں کو ان ہی نے تہ و بالا کر کے تباہ کر دیا تھا۔ اور یہ فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشری صورت میں پہنچے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے ان کی خاطر و مدارات کرتے ہوئے ایک تلا ہوا بچھڑا ان کے آگے رکھ دیا۔ قرآن کے الفاظ ہیں: فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ۔ لیکن انہوں نے نہیں کھایا۔ ہم پرویز سے پوچھتے ہیں کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے بے جان کائناتی قوتوں کے سامنے تلا ہوا بچھڑا رکھ دیا تھا؟ جب کہ ایک پیغمبر سے اس قسم کے نامعقول فعل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ملائکہ کا واحد ملک ہے اور اصل میں یہ ملاک ہے۔ جیسا کہ شمئل جس کی جمع ملائک اور شمائل آتی ہے اور ۃ ملائکہ کے آخر میں جمع کے لحاظ سے زائد کر دی گئی ہے۔ (بیضاوی)

ملائکہ کے مختلف درجات ہیں۔ بعض ان میں [illegible] ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام وغیرہ۔ بعض فرشتے وسائط کا کام دیتے ہیں۔ اور بعض مدبراتِ امر ہیں جو امورِ تکوینی کی تدبیر پر مامور ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانے پر مامور ہیں۔ ان کو روح القدس بھی کہتے ہیں اور روح الامین بھی۔ قرآن مجید میں حضرت جبریلؑ کا نام کئی بار آیا ہے اور انہی

کے ذریعے قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اور جب پرویز حضرت جبریلؑ کے وجود سے انکار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نزولِ قرآن کی نزولی کیفیت کو بھی نہیں مانتا اور اس طرح وہ وحیِ آسمانی کے سارے سلسلے اور تاریخ کو بھی رد کر دیتا ہے اور وہ یکسر وحیِ آسمانی کا منکر ہے لیکن قرآن نے صاف بتا دیا ہے کہ جبریل امینؑ کے وجود با وجود سے عداوت رکھنا کفر کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پرویز جبریلؑ سے دشمنی نہیں رکھتا۔ البتہ اس کے وجود کو نہیں مانتا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کسی کے وجود، شخصیت اور ہستی سے انکار کرنا اور اسے کسی شمار و قطار میں نہ لانا دشمنی سے بدتر چیز ہے۔ اور دونوں صورتوں کا منشاء ایک ہی ہے۔

ہم ذیل میں سورۂ بقرہ کی دو آیتیں پیش کرتے ہیں جن سے ہمارے مقصد و مدعا کی تائید روزِ روشن کی طرح ہوتی ہے۔

۱۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (۹۷) ترجمہ: جو کوئی جبریلؑ سے عداوت رکھے سو انہوں نے یہ قرآن پاک آپ کے قلب مبارک تک خدا کے حکم سے پہنچا دیا ہے۔

۲۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ (بقرہ: ۹۸) ترجمہ: جو شخص خدا تعالیٰ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل و میکائیل کا۔ تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے ان کافروں کا۔"

یہ دونوں آیتیں اس حقیقت پر صریح دلالت کر رہی ہیں کہ فرشتوں یا ان میں جبریل و میکائیل سے دشمن رکھنا یا ان سے انکار کرنا کفر ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں سے عداوت رکھتا ہے۔ اور اس قسم کے ملحدوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ دشمنی ہے۔ نیز مذکورہ آیتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص پیغمبروں کا یا ان میں سے ایک پیغمبر مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن یا منکر ہے۔ وہ بلا ریب و شک از روئے قرآن مبتلائے کفر و ضلالت ہے۔ قرآن کی ان آیاتِ بیّنہ اور تصریحات کے پیش نظر پرویز کو اپنی پوزیشن اور مآل و انجام پر غور کرنا چاہیئے۔

پرویز اور مرزا قادیانی کا موازنہ مرزا غلام احمد باتفاق امت دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن آدم علیہ السلام جبریل امینؑ اور ملائکہ کے وجود کو تسلیم کرنے میں وہ اہل اسلام کا ہمنوا ہے جب کہ پرویز ان حقائق کا انکار کرتا ہے۔ "ازالۂ اوہام" میں مرزا قادیانی ایک سائل کا سوال نقل کرتے ہوئے اس کا جواب لکھتا ہے۔

سوال۔ (۱) ملایک اور جبریل علیہ السلام کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان کو "توضیح المرام" میں کواکب کی قوتیں ٹھہرایا ہے۔

امّا الجواب :- یہ آپ کا دھوکہ ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ عاجز ملایک اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وجود کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح قرآن اور حدیث میں وارد ہے ۔ اور جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے ملایک کے اجرام سماوی سے خادمانہ تعلقات پائے جاتے ہیں یا جو کام خاص طور پر انہیں سپرد ہوا ہے ۔ اس کی تشریح میں رسالہ " توضیح مرام " لکھا ہے ۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۱۷۵)

اور آدم علیہ السلام کو نبی مانتے ہوئے لکھتا ہے ۔ :

۲ - خدا تعالیٰ اس عاجز کو قرآن شریف کے حقائق اور معارف سکھلائیگا اور انہیں حصوں میں میرا نام مریمؑ اور عیسٰیؑ اور موسیٰؑ اور آدمؑ غرض تمام انبیاء کا نام رکھا گیا ہے ۔ (براہین احمدیہ پنجم ص۲۳۵ خاتمہ)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے تمام انبیاء کا نام اپنے لئے تجویز کیا ہے جو کفر وضلالت ہے ۔ تاہم وہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود اور نبوت کو تسلیم کرتا ہے ۔ جب کہ پرویز وجود آدم و نبوت آدم علیہ السلام سے صاف منکر ہے ۔ اور اس کے برعکس مرزا قادیانی حضرت جبریلؑ اور تمام فرشتوں کے وجود کو بھی تسلیم کرتا ہے ۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ مذکورہ امور میں جو ایمانیات میں سے ہیں ۔ پرویز کی ضلالت مرزا قادیانی کی ضلالت سے بڑھ کر ہے ۔

پرویز اور علامہ اقبالؒ پرویز اپنی انٹی قرآن تصانیف میں جا بجا استناد کے طور پر علامہ اقبالؒ کے اشعار پیش کرتا رہتا ہے جس سے وہ اپنے قارئین کو یہ تاثر دیتا ہے کہ گویا علامہ اقبالؒ بھی اس کے باطل عقائد ونظریات میں معاذ اللہ اس کا ہمنوا ہے ۔ اس تاثر کو رفع کرنے کی خاطر ہم علامہ اقبالؒ کے دو شعر پیش کرتے ہیں جن میں وہ ملائکہ سرخیل حضرت جبریل امینؑ کے مقام کو بایں طور بیان کرتے ہیں ۔

۱ - ہمسایۂ جبریلِ امین بندۂ خاکی ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

اسرار خودی میں فرماتے ہیں ۔

۲ - از شکر ینہائے آں قرآں فروش دیدہ ام روح الامین را در خروش

علامہ اقبالؒ اس شخص کو قرآن فروش کہتے ہیں جو قرآن مجید میں من مانی تاویلات اور قرآنی نصوص اپنی خام خیالیوں کا ہدف بناتا ہے ۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ میں نے روح الامینؑ کو دیکھا ہے کہ وہ قرآن فروشوں کے ہاتھوں سخت برہم ہیں ۔ کیا اچھا ہوگا اگر پرویز اپنے ممدوح علامہ اقبالؒ ہی کے ارشادات کی پیروی میں قرآن کو بازیچۂ اطفال بنانے سے باز آجائے اور اپنے کئے پہ ندامت اور افسوس کا اظہار کرے ۔

ع - یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ط ۴۳ کے معنی (۱۲) اور اسی طرح تم بھی ان کے ساتھی بن جاؤ جو

قوانینِ خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ (مفہوم القرآن ص۱۶)

آیتِ مذکورہ کے حقیقی معنی یہ ہیں : "رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔"

رکوع کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے یہ لفظ سجدہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی جھکنے کا انتہائی درجہ ہے مگر اصطلاحِ شرع میں اس خاص جھکنے کو رکوع کہتے ہیں جو نماز میں معروف و مشہور ہے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ "تم نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ۔"

اس جگہ "مَعَ الرّٰکِعِیْن" کے لفظ سے نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی آیت کی بنا پر ایک جماعت صحابہؓ و تابعین اور فقہائے امت کے نزدیک نماز باجماعت واجب ہے۔ لیکن پرویز اس آیت سے نماز مراد نہیں لیتا۔ بلکہ قوانینِ خداوندی مراد لیتا ہے اور قوانینِ خداوندی میں تمام قوانینِ فطرت داخل ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں صرف ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہیئے جو قوانینِ فطرت کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ آیت مذکورہ کے ساتھ پرویز کا کھلا ہوا مذاق ہے۔ العیاذ باللہ۔ علاوہ ازیں قرآن میں جہاں وَالرُّکَّعِ السُّجُوْد یا تَرٰاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا کی قسم کی آیتیں آئی ہیں۔ ان سے بھی پرویز نے صحیح مفہوم یعنی نماز مراد نہیں لی ہے۔ بلکہ قوانین مراد لئے ہیں۔

ابنائے بنی اسرائیل کے قتل کی من گھڑت تعبیر (۱۳) وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ (۲/۴۹) یاد رہے کہ جب تم قوم فرعون کی محکومی میں تھے تو وہ تم پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر طرح طرح کے عذاب وارد کیا کرتے تھے۔ ان میں بدترین عذاب یہ تھا کہ وہ تمہارے اندر پارٹیاں پیدا کرتا رہتا تھا اور اس طرح کرتا یہ تھا کہ تمہاری قوم کے معزز افراد کو جن میں جوہرِ مردانگی کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور جن سے اسے خطرہ کا امکان نظر آتا تھا ذلیل و خوار کرکے غیر مؤثر بناتا رہتا تھا بالخصوص انہیں جو موسیٰؑ پر ایمان لاتے تھے اور جو طبقہ ان جوہروں سے عاری تھا، اسے اپنا معزز و مقرب بنا کر آگے بڑھاتا تھا اسی طرح مجموعی حیثیت سے تمہاری قوم کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی تھی۔ (مفہوم القرآن ص۱۰)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے : اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے رہائی دی۔ جو تم پر بڑا عذاب کرتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔"

آیت مذکورہ کے اصلی اور حقیقی مفہوم کو دیکھنے کے بعد بآسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ پرویز نے اپنے طبعی رجحانات کے مطابق آیت میں کس قدر معنوی تحریفات کی ہیں۔ اور اس کے مدلول اور مفہوم

کو افسانوی رنگ دے کر کس قدر مجروح کیا ہے۔

ضربِ کلیم سے پتھر سے چشموں کے اُبلنے کی تعبیر

(۱۴) وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ (۲/۶۰) تم اپنی تاریخ کے اس واقعے کو بھی یاد کرو۔ جب تمہیں پانی کی دقت ہوئی اور موسیٰؑ نے اس کے لئے ہم سے درخواست کی تو ہم نے اسکی رہنمائی اس مقام کی طرف کر دی جہاں پانی کے چشمے مستور تھے وہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں پہنچا۔ چٹان پر سے مٹی ہٹائی۔ تو اس میں سے ایک دو نہیں اکٹھے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ (مفہوم القرآن ص۲۱)

اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنے عصا کو پتھر پر مار۔ سو اس سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔"

مصر سے نکلنے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں پیاس لگی۔ تو پانی مانگا۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تو باذنِ خداوندی ایک خاص پتھر کو عصا مارنے سے بارہ چشمے نکل پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ان سے سیراب ہوتے۔ لیکن پرویز کہتا ہے کہ موسیٰؑ نے ایک چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس میں سے چشمے پھوٹ نکلے۔ اگر وہ اپنی مادہ پرست طبیعت کی بناء پر اس معجزۂ موسویؑ سے انکار کرتا ہے۔ کہ یہ محال ہے۔ تو بھلا اسکی یہ رکیک توجیہہ کب قرینِ عقل اور قابلِ تسلیم ہو سکتی ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے چٹان پر سے مٹی ہٹائی تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ مٹی ابلتے ہوئے چشموں کو نہیں روک سکتی اور پھر چٹان سے نہ زیادہ نہ کم پورے بارہ چشمے کیوں پھوٹ پڑے۔ کیا یہ بجائے خود معجزہ نہیں ہے کہ چٹان سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی تعداد کے موافق ہی بارہ چشمے بہہ نکلے۔ ضربِ کلیم کی تاثیر سے انکار قرآنی آیات ہی کا انکار ہے جس کا پرویز مرتکب ہے۔

کیا نماز میں مسجد حرام کیطرف منہ کرنا ضروری نہیں

(۱۵) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (۲/۱۵۰) یہ کہ تم دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو اور وہاں سے کسی طرف بھی قدم اٹھانے کا ارادہ ہو۔ تمہارے سامنے کوئی پروگرام بھی ہو اپنی نگاہ ہمیشہ اپنے مرکز کیطرف رکھو (مفہوم القرآن ص۵۵)

اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جہاں سے تو نکلے اپنا منہ مسجد حرام کیطرف کر۔"

اس آیت میں اور اس سے متصل آیتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ حالتِ سفر اور حضر دونوں میں بحالتِ نماز اپنا رُخ مسجد حرام کیطرف کیا کریں۔ بیت اللہ کیطرف استقبال حالتِ نماز میں فرض ہے لیکن پرویز نے آیت کے مندرجہ بالا مفہوم میں یہ قید اڑا دی ہے۔ نہ نماز کا ذکر ہے اور نہ نماز میں مسجد الحرام کیطرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔ دراصل اس کی نظر میں ان باتوں کی کوئی اہمیت

ہے ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی پروگرام ہو۔ تو اس وقت نگاہ مرکز کیطرف رہنی چاہیئے۔ اور مرکز سے مراد وہ "مرکزِ ملت" لیتا ہے نہ کہ بیت اللہ۔ آیت میں کسی پروگرام کے وقت نگاہ مرکز کیطرف رکھنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ بلکہ نماز میں مسجدِ حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے۔ پرویز نے یہ حکم تبدیل کر کے آیت کے معنوں میں کھلم کھلا تعریف کی ہے۔

روزہ رکھنے میں تکلیف ہو تو فدیہ دے۔ | (۱۶) وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (۲/۱۸۴) لیکن اگر شکل یہ ہو کہ ایک شخص نہ تو بیمار ہے اور نہ ہی سفر میں ہے۔ لیکن اسکی کیفیت یہ ہے کہ وہ روزے کو بمشقت نباہ سکتا ہے۔ تو اس کے لیئے دوسرے اوقات میں روزے پورے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے چاہیئے کہ روزے کے عوض کسی حاجتمند کو روٹی کھلانے کا انتظام کرے (مفہوم ص۶۹)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جن کو روزہ کی طاقت ہو اُن کے ذمے بدلہ ہے ایک فقیر کا کھانا"۔

واضح رہے کہ اس آیت کے متعلق صحیح بخاری و مسلم وغیرہ تمام ائمہ حدیث نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ہمیں اختیار دیدیا گیا تھا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے ہر روزے کا فدیہ دیدے۔ پھر جب دوسری آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" نازل ہوئی تو یہ اختیار ختم ہو کر طاقت والوں پر صرف روزہ ہی رکھنا لازم ہو گیا۔ اور اسی پر آج تک تمام اہلِ اسلام کا عمل جاری ہے۔ ظاہر ہے کہ پرویز احادیثِ نبوی سے منکر اور اہلِ اسلام کے مسلک کے خلاف ہے اس لیئے اس کے نزدیک روزہ رکھنا ضروری نہیں، بس فدیہ ہی دیدے۔ تو کام چلے گا۔ اور یہ طرزِ عمل قرآن و سنت اور امتِ مسلمہ کے طرزِ عمل کے منافی ہے۔

صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد قانون کی اطاعت ہے۔ | (۱۷) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ (۲/۲۳۸) تمہارا مرکزی فریضہ جسکی حفاظت اشد ضروری ہے یہ ہے کہ تم زندگی کے ہر گوشے میں ہمیشہ قوانین کی اطاعت میں کمربستہ کھڑے رہو۔ (مفہوم ص۹۱)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "محافظت کرو سب نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی"۔

اس آیت میں پنج وقتہ نمازوں کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔ اور پھر ان میں بیچ والی نماز کی حفاظت و اہتمام پر خاص زور دیا گیا ہے۔ بعض احادیث کی روشنی میں علمائے امت کی اکثریت کے نزدیک بیچ والی نماز سے مراد نمازِ عصر ہے۔ کیونکہ اس کے ایک طرف دو نمازیں دن کی ہیں فجر اور ظہر اور ایک طرف دو نمازیں رات کی ہیں مغرب اور عشاء۔ اس کی تاکید خصوصیت کے ساتھ اس لیئے کی گئی کہ اکثر لوگوں کو یہ وقت کام کی مصروفیت کا ہوتا ہے۔ لیکن پرویز کو آیت کا مفہوم بیان کرنے میں نہ تو پنج وقتہ نمازوں کے ذکر کا خیال آیا اور نہ اسے اس سے غرض ہے کہ بیچ والی نماز کی اللہ تعالیٰ نے خاص تاکید اور اہمیت فرمائی

ہے۔ جب کہ اس کا ذکر کرنا خاص طور پر ضروری تھا۔ وہ آیت کے مدلول اور حقیقی مفہوم کے بالکل برعکس قوانینِ زندگی پر زور دے رہا ہے اور آیت کے معانی میں اپنے خیالاتِ باطلہ ٹھونس رہا ہے۔

عزیر علیہ السلام کی موت وحیات سے انکار | (۱۸) اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ (۲/۲۵۹)

دوسری مثال بنی اسرائیل کی نشاۃ ثانیہ کی ہے۔ وہ بخت نصر کے ہاتھوں یوروشلم کی تباہی و بربادی کے بعد سو سال تک غلامی اور محکومی کی ذلّت آمیز زندگی بسر کرتے رہے۔ اور اس کے بعد جب وہ اپنی حیاتِ اجتماعی سے یکسر مایوس ہو چکے تھے۔ کیخسرو نے انہیں پھر بیت المقدس میں آباد کر دیا۔ تمثیلی انداز میں اسے یوں سمجھو کہ ایک شخص کا گذر ایک ایسی بستی پر ہوا جس کے مکانات مسمار ہو کر کھنڈر بن چکے تھے۔ اس نے کہا اس قسم کی ویران بستی کو موت کے بعد پھر سے زندگی مل سکتی ہے۔ الخ (مفہوم ص۱۰۱)

آیت کا اصلی ترجمہ اور مفہوم یہ ہے: "کیا تو نے نہ دیکھا اس شخص کو کہ گذرا وہ ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کیونکہ زندہ کرے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے۔ پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اسکو۔ الخ"

آیت میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے۔ انہوں نے اثنائے سفر میں راہ میں ایک ویران شہر دیکھا اسکی عمارت گری دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ یہاں کے باشندے سب مر گئے حق تعالیٰ کیونکر ان کو جلا دے اور یہ شہر آباد ہو۔ اسی جگہ ان کی روح قبض ہو گئی اور ان کی سواری کا گدھا مر گیا سو برس تک اسی حال میں رہے پھر سو برس کے بعد زندہ کئے گئے۔ ان کا کھانا اور پینا اسی طرح پاس دھرا ہوا تھا ان کا گدھا جو مر چکا تھا اسکی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں، وہ ان کے روبرو زندہ کیا گیا۔ اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد ہو چکے تھے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے زندہ ہو کر شہر آباد ہی دیکھا۔

یہ واقعہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کی قدرتِ عظیمہ کا ایک عظیم نمونہ ہے۔ لیکن پرویز روشن خیالی اور نیچریت میں پوری طرح رنگ چکا ہے، اس لئے وہ حضرت عزیرؑ کے اس واقعہ کو ایک تمثیلی افسانہ سمجھتا ہے اور حضرت عزیرؑ پر موت طاری ہونے اور ان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کی حقیقت کو نہیں مانتا جب کہ اس واقعہ کا بیان کرنے والا اور راوی خود اللہ تعالیٰ ہے اور قرآنی آیات اس پر ناطق ہیں لیکن پرویز جیسے کٹر عقلیت پرست قرآنی آیات کے حقائق کو جھٹلانے پر مصر ہے اور ان کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔

حضرت مریمؑ کے لئے غیبی رزق کے آنے سے انکار | (۱۹) كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ

وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (۳/۳۶) مریمؑ اپنے زہد و ریاضت کی بنا پر اس درجہ مرجع انام بن گئی کہ اس کے پاس نذر و نیاز کی چیزیں آنی شروع ہوگئیں۔ چنانچہ کبھی زکریاؑ عبادت گاہ (قربان گاہ) میں آتا تو مریمؑ کے پاس کھانے پینے کی چیزیں دیکھتا۔ وہ بربنائے احتیاط اس سے پوچھتا کہ اے مریمؑ تجھے یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں۔ وہ اس کے جواب میں کہہ دیتی کہ انہیں یہ چیزیں اللہ کیطرف سے آتی ہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کی نذریں مانتے ہیں وہ دے جاتے ہیں۔ (مفہوم ص ۱۲۷)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "جب بھی زکریاؑ مریمؑ کے پاس حجرے میں داخل ہوتا تو اس کے پاس رزق (پھل) موجود پاتا۔"

حضرت مریمؑ کے والد ماجد عمران کی وفات ان کے بچپن ہی میں ہوگئی تھی۔ ہیکل کے خادموں کی سرداری حضرت زکریاؑ کے حصہ میں آئی تھی۔ آپ حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔ حضرت مریمؑ کی کفالت آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ دوران کفالت مریمؑ کے پاس بے موسم میوے آتے۔ گرمی کے پھل سردی میں سردی کے پھل گرمی میں۔ اور یہ مریمؑ کی کرامات و برکات اور غیر معمولی نشانات تھے جو ظاہر ہونے شروع ہوئے جن کا بار بار مشاہدہ ہونے پر حضرت زکریاؑ سے نہ رہا گیا اور ازراہ تعجب پوچھنے لگے کہ مریمؑ! یہ چیزیں تم کو کہاں سے پہنچتی ہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قدرت مجھے یہ چیزیں پہنچاتی ہے۔ جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔ آیت میں لفظ رِزْقًا میں تنوین ہے۔ اس کے متعلق امام فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے۔

"التنوین فی قولہ رزقًا یدل علی تعظیم حال ذالك الرزق کانہ قیل رزقًا ای رزقٌ غریبٌ عجیبٌ۔ (تفسیر کبیر)

"یعنی رزقًا کی تنوین تعظیم و بھلائی کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رزق کوئی ندرت کا پہلو رکھتا ہے۔"

لیکن پرویز قرآنی تصریحات کے برعکس کہتا ہے کہ اس رزق سے نذر و نیاز کی چیزیں مراد ہیں اور اسی طرح وہ قرآنی آیات کے مدلولات میں رد و بدل اور من گھڑت تاویلات پر مُصر ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتیٰ سے انکار (۲۰) وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ (۳/۴۹) میں اس وحی کے ذریعے تمہیں ایسی حیات عطا کروں گا جس سے تم اپنی موجودہ خاک نشینی سے ابھر کر فضا کی بلندیوں میں اڑنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ (مفہوم القرآن ص ۱۳۰)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور زندہ کرتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات دئے گئے تھے ان میں ایک مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ

تھا۔ اور یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن پرویز اس معجزہ سے انکار کرتا ہے۔ اور اس کے ماننے پر آمادہ نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے دوسرے معجزات سے انکار (۲۱) وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (۳/۴۹) میں موجودہ نظام سرمایہ داری کی جگہ ایسا نظام قائم کروں گا جو اس کا جائزہ لیتا رہے گا، کہ تم کھانے پینے کی چیزوں میں کس قدر اپنے مصرف میں لاتے ہو اور کس قدر ذخیرہ کرتے ہو کہ اس سے ناجائز نفع کمایا جائے۔ (مفہوم ص ۱۳۱)

آیت کا حقیقی مفہوم یہ ہے: "اور تم جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ جمع کرتے ہو وہ تمہیں بتلا دیتا ہوں"۔

اس آیت نے بتلا دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو عملی معجزات کے علاوہ بعض مغیبات کا علم بھی دیا گیا تھا اس لئے انہوں نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری مخفی چیزوں پر بھی اللہ تعالیٰ مجھے مطلع کر دیتا ہے۔ مثلاً میں تمہارے کھانے پینے کی چیزوں اور ذخیرہ کی ہوئی اشیاء کا علم رکھتا ہوں۔ اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کے بعض علمی معجزات ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن پرویز ان سب کا انکار کرتا ہے۔ اور آیت مذکورہ کی طبعزاد اور من گھڑت مفہوم بیان کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ کا ناطہ نظام سرمایہ داری وغیرہ ملاتا ہے۔ جو مغالطہ انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲/۱۶۵) کے معنی (۲۱) لیکن جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں وہ نہایت شدت سے ان قوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔ (مفہوم ص ۱۶۰)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں"۔

یعنی مومن کی محبت عقلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمام دوسری محبتوں پر غالب اور حاکم رہتی ہے۔ اور ان کا سب سے بڑا محبوب اللہ تعالیٰ اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس حقیقت کے برعکس پرویز آیت کا مطلب یہ بتاتا ہے کہ لوگ نہایت شدت سے قوانین خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ مفہوم آیت کریمہ کے الفاظ کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ اور بالکل طفلانہ اور مضحکہ خیز ہے۔

بندہ کی دعا کا جواب قانون الٰہی دیتا ہے۔ (۲۲) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۲/۱۸۶) اے رسول! جب میرے بندے تم سے میرے متعلق سوال کریں تو ان سے کہدو کہ میں ہر وقت ان کے قریب ہوں۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی شخص اپنی رہنمائی کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میرا قانون ہدایت جو قرآن کے اندر محفوظ ہے اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ (مفہوم ص ۶۸)

آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو تو میں قریب ہوں قبول کرتا

ہوں مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے ۔"

آیت کا مطلب صاف اور واضح ہے ۔ اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں پر اپنی مخصوص عنایت اور لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے قریب ہی ہوں جب بھی وہ دعا مانگتے ہیں ۔ میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور ان کی حاجات کو پورا کرتا ہوں ۔ دراصل پرویز دعا مانگنے کا مخالف ہے ۔ اس لئے اس نے آیت کے معنوں میں تحریف کرتے ہوئے لکھا کہ جب کوئی شخص اپنی راہنمائی کے لئے مجھے پکارتا ہے تو میرا قانون ہدایت اسکی پکار کا جواب دیتا ہے ۔ اس کے نزدیک اللہ تعالٰی کی صفات معطل ہیں معاذ اللہ وہ نہ کسی پکار کا جواب دیتا ہے اور نہ کسی کی حاجات پوری کرتا ہے ۔ بلکہ اسکی جگہ اس کا قانون ہدایت سب کچھ کرتا ہے ۔ درحقیقت یہ مشرکانہ عقیدہ ہے جو اس نے اپنا لیا ہے ۔

مریض کو شفا خدا کا قانون دیتا ہے (۲۳) وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ (۲۶/۷۸) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا بھی اس کے قانون کے مطابق ملتی ہے ۔ موت اور حیات بھی اس کے قانون سے وابستہ ہے ۔ (معارف القرآن صفحہ ۱۶۶)

آیت کا اصل ترجمہ یہ ہے : " اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی (خدا) مجھ کو شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھ کو مارے گا پھر وہی مجھ کو زندہ کرے گا ۔"

آیت مذکورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان توحید کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنی قوم نمرودیوں کے سامنے کیا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالٰی ہی کی مشیت اور قدرت سے ہوتا ہے ۔ ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا کہ مریض کو شفا دینے والا اور موت و حیات عطا کرنے والا اللہ تعالٰی ہی ہے ۔ لیکن نمرودیوں نے اس اعلان توحید پر برا منایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ پر کمربستہ ہو گئے ۔

جب پرویز یہ کہتا ہے کہ مریض کو شفا خدا نہیں دیتا بلکہ اس کا قانون دیتا ہے اور موت و حیات کا سلسلہ بھی قانون کے مطابق چلتا ہے ۔ باری تعالٰی کو معاذ اللہ ان امور میں کوئی دخل نہیں ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نمرودیوں کا ہمنوا ہے جبکہ نمرودی ان امور کی اضافت بتوں کی طرف کرتے تھے اور پرویز یہ اضافت قانون کی طرف کرتا ہے ۔ دراصل وہ اللہ تعالٰی کو قادر مطلق نہیں سمجھتا ۔ بلکہ پابند سمجھتا ہے ۔ اس لئے وہ میں اللہ تعالٰی کے تصرفات کا قائل نہیں ۔ چنانچہ اس موضوع پر اس کی کتابوں سے چند مزید اندراجات پیش کئے جاتے ہیں ۔ تاکہ اسکی حقیقت اور بھی بے نقاب ہو جائے ۔

(مسلسل)